امیرِ شریعت بطلِ اسلام سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا

حضرت امیرِ شریعتؒ کا وجودِ مسعود نیرنگیٔ شئونات اور جامعیت صفات وکمالات کے لحاظ سے بلاشبہ اللہ کی ایک نشانی اور دین کیلئے ایک حجت کی حیثیت رکھتا تھا۔ مدتوں اس بلبلِ رسولؐ کے نوا ہائے سحر انگیز اور نالہائے درد آفریں سے مردہ دلوں کی مسیحائی کا سامان ہوتا رہے گا۔ وہ ابرِ نیساں بن کر ملتِ مسلمہ کے سوکھے کھیتوں پر برسے اور اس کی گرج چمک سے باطل چکنا چور ہو کر رہ گیا۔ حال ہی میں لاہور سے "فرمودات امیر شریعتؒ" کے نام سے ایک کتابچہ شائع ہوا ہے جس میں حضرت شاہ صاحبؒ کے کچھ ملفوظات وارشادات جمع کئے گئے ہیں۔ ذیل میں اس کتابچہ سے چیدہ چیدہ ارشادات پیش کئے جا رہے ہیں۔
وہ اکابر جن کی ذات سے عشق وعزیمت کی بزم روشن اور حق کے لئے دار ورسن کی دنیا آباد تھی۔ اکثر چلے گئے کچھ رختِ سفر باندھے چراغِ سحری ہیں۔ قحط الرجال کا دور دورہ ہے۔ اور ناموسِ دین اور غیرتِ حق کی محفلیں اجڑ رہی ہیں۔ کاش جانے والوں کے درد انگیز نالوں اور درخشندہ کارناموں سے خوابیدہ دلوں کی دبی ہوئی چنگاری بھڑک اٹھے۔ اور دینِ محمدیؐ کا وہ باغ جو ہر طرف سے صرصر وسموم کے نرغے میں ہے، پھر لہلہا اٹھے۔ "ادارہ"

★ ——— میں ان سوروں کا ریوڑ بھی چرانے کو تیار ہوں جو برٹش امپیریلزم کی کھیتی کو ویران کرنا چاہیں۔ میں کچھ نہیں چاہتا ایک فقیر ہوں۔ اپنے نانا کی سنت پر مرنا چاہتا ہوں۔ اور اگر کچھ چاہتا ہوں تو صرف اس ملک سے انگریزوں کا انخلاء۔ دو ہی خواہشیں ہیں میری زندگی میں، یہ ملک آزاد ہو جائے، یا پھر تختۂ دار پر لٹکا دیا جاؤں۔ میں ان علمبردارِ حق کا پرچم لئے پھرتا ہوں جو ۱۸۵۷ء میں فرنگیوں کی تیغ بے نام کا شکار ہوتے تھے۔ رب ذوالجلال کی قسم مجھے اسکی کچھ پرواہ نہیں کہ لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ لوگوں نے پہلے ہی کب کسی سرفروش کے بارے میں اس [illegible]

سے سوچا ہے، وہ شروع سے تماشائی ہیں۔ اور تماشا دیکھنے کے عادی ہیں۔ اس سرزمین میں مجدد الف ثانیؒ کا سپاہی ہوں۔ شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خاندان کا متبع ہوں۔ سید احمد شہید کی غیرت کا نام لیوا ہوں۔ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی جرأت کا پانی دیوا ہوں۔ میں ان پانچ مقدمہ ہائے سازش کی پا بہ زنجیر صلحائے امت کے لشکر کا ایک خدمتگار ہوں۔ جنہیں حق کی پاداش میں عمر قید اور موت کی سزائیں دی گئیں۔ ہاں ہاں میں انہی کی نشانی ہوں، انہی کی صدائے بازگشت ہوں۔ میری رگوں میں خون نہیں آگ دوڑ رہی ہے۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں قاسم نانوتویؒ کا علم لے کر نکلا ہوں۔ میں نے شیخ الہندؒ کے نقش قدم پر چلنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ میں زندگی بھر اسی راہ پر چلتا رہا ہوں، اور چلتا رہوں گا۔ میرا اس کے سوا کوئی موقف نہیں۔ میرا ایک ہی نصب العین ہے۔ اور وہ برطانوی سامراج کی لاش کو کفنانا یا دفنانا ——— ہر شخص اپنا شجرہ نسب رکھتا ہے۔ میرا بھی شجرہ نسب ہے۔ میں سر اونچا کر کے فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں اس خاندان کا فرد ہوں ——

★ ——— میں دنیا میں ایک چیز سے محبت کرتا ہوں۔ اور وہ ہے قرآن مجھے صرف ایک چیز سے نفرت ہے۔ اور وہ ہے انگریز۔ میں سمجھتا ہوں کہ زندگی تجربوں اور مشاہدوں نے میرے ان دو جذبوں میں بلا کی شدت اور حرارت پیدا کر دی ہے۔ محبت و نفرت کے یہ دو داعیے ایسے ہیں کہ جن دماغوں میں ان کا سودا ہو ان کے لئے پا بہ زنجیر ہندوستان میں جیلخانہ، زندگی کے سفر کا ایک ایسا موڑ ہے۔ جہاں کبھی طلب کے خیال سے رکنا پڑتا ہے۔ کبھی فرض کی کشائش لے آتی ہے۔ اور کبھی جستجوئے منزل کا تقاضا پہنچا دیتا ہے ———

★ ——— عقیدہ اور ایمان کی درستی بنیادی چیز ہے۔ اگر عقیدہ درست نہیں تو اعمال صالحہ کی عمارت سر بفلک کیوں نہ ہو، کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر عقیدہ درست ہے تو اعمال صالحہ کی ترقی ترو تازگی اور کامل ہونے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ اگر اعمال میں کمی ہو تو کمزوری رہنے کے باوجود جڑ سرسبز رہتی ہے۔ یوں سمجھو کہ عقیدہ جڑ ہے۔ تو درخت کے ہرا بھرا ہونے کی امید کی جا سکتی ہے۔ ورنہ بڑے سے بڑا درخت آگ کا ایندھن ہونے کے سوا کسی کام کا نہیں۔ اگر معمار نے بنیاد کمزور رکھی ہے۔ اور عمارت چہار منزلہ عالیشان بنا دی ہے تو برسات کی موسلا دھار بارش میں بنگلے کے اندر صاحب لوگ کانپتے رہیں گے۔ کہ کہیں عمارت زمین پر نہ آ رہے۔ اور اگر بنیاد پختہ ہے۔ اور عمارت معمولی سی ہے کچی دیواریں ہیں۔ مگر اس کے اندر رہنے والا غریب کسان رات کو آرام کی نیند سوئے گا۔

عقیدہ عقد سے مشتق ہے۔ عقد کہتے ہیں گرہ باندھنے کو کسی بات پر دل میں مضبوط گرہ باندھ لی، یہی عقیدہ ہے۔ سو رسالت ختم نبوت اور ناموس صحابہؓ وغیرہ اور ایمانیات پر عقیدہ درست اور مضبوط رکھو اور پھر اللہ تعالیٰ سے حسن اعمال کی دعا مانگو ــــــ

★ ــــــ قرآن مجید سے متعلق شاہ جیؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ " میں قرآن مجید کے علاوہ کسی دوسری کتاب کو پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا ہوں۔ جو کچھ ہے قرآن وسنت میں ہے۔ اور جو کچھ اس کے باہر ہے۔ وہ باطل ہے۔ اور ایک باطل شے کے مطالعہ کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے۔ اگر آج دنیا قرآن چھوڑ کر دوسری کتابوں کی طرف نگاہ کر سکتی ہے۔ تو میں کیوں نہ دوسری کتابوں سے روگردانی اور اپنی تمام تر توجہ قرآن پر مرتکز کروں۔ میں تو قرآن کا مبلغ ہوں۔ میری باتوں میں اگر کوئی تاثیر ہے۔ تو وہ صرف قرآن کی وجہ سے ہے۔ جو چیز مجھے قرآن سے الگ کر دے اسے آگ لگا دوں۔ ۱۹۵۰ء کی بات ہے۔ کہ مجلس احرار اسلام کی آل پاکستان کانفرنس منعقد ہوئی تو اس میں شاہ جیؒ نے فرمایا۔ " آج قاضی احسان احمد نے مجھے روس کی چھپی ہوئی کتاب دکھائی جس کا نام شاید استالن ہے۔ اور اس کی کتابت و طباعت کی دلفریبیوں اور دلکشیوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ان اوصاف کے باوجود اس کی قیمت بارہ آنے ہے۔ میں کہتا ہوں کوئی کمال نہیں استالن کی اپنی حکومت اپنی سیاہی اپنا قلم اپنا کاغذ اپنا پریس اپنے ملازم و کارندے غرضیکہ اس سلسلہ کے تمام ساز و سامان اسے مہیا ہیں۔ وہ جو چیز جس طرح چاہے شائع کر سکتا ہے۔ اسے تو یہ کتاب دنیا کو مفت تقسیم کرنی چاہیئے۔ استالن کا یہ کوئی کمال نہیں، کمال اور خوبی ملاحظہ کرنی ہو تو قرآن پاک کی تاریخ ملاحظہ فرمادیں۔ وہاں نہ قلم نہ دوات نہ کاغذ نہ پریس نہ عملہ نہ حکومت اور نہ ہی دنیاوی ساز و سامان جس کے بل بوتے پر قرآن کی اشاعت کا اہتمام کیا جا سکے۔ لیکن کمال ملاحظہ ہو کہ آج قرآن مجید کروڑوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ میں دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ قرآن مجید کے مقابلہ میں کوئی ایسی کتاب لائے جو آج تک اس سے زیادہ اشاعت پذیر ہوئی ہو اور اس سے زیادہ انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہو" شاہ جیؒ فرمایا کرتے تھے۔ " اللہ کی کتاب کی بلاغت کے صدقے جایئے خود بولتی ہے کہ میں محمد پر اتاری گئی ہوں۔ بابو اسکی قسمیں نہ کھایا کرو۔ اسکو پڑھا کرو۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی طرح نہ سہی اقبالؒ کی طرح ہی پڑھا کرو ــــــ دیکھا اس نے قرآن کو ڈوب کر پڑھا تو مغرب کی دانش پر ہلہ بول دیا۔ پھر اس نے قرآن کے سوا کچھ دکھایا ہی نہیں۔ وہ تمہارے تبکدہ میں اللہ اکبر کی صدا ہیں ــــــ

★ ——— فرمایا کہ صحابہ جمع ہے صاحب کی۔ صاحب کا معنی ہے ساتھی، اور قرآن پاک میں اذ یقول لصاحبہ میں صراحۃً حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آپ کا صاحب اور ساتھی فرمایا گیا ہے۔ اس سے بڑھ کر کونسی فضیلت ہو سکتی ہے، جو ابتدا سے ساتھ رہے۔ سفر میں ساتھ رہے۔ حضر میں ساتھ رہے۔ اور ساتھ رہے۔ حتیٰ کہ گنبد خضراء میں بھی ساتھ ہیں۔ یہی صحابہ تو کمائی تھے حضور صلعم کی۔ ان پر نکیر حضور پر بد اعتمادی اور ان کا اعتراف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اعتراف ہے۔

★ ——— جلسہ میں ایک بریلوی خیال کے بزرگ تشریف فرما تھے۔ حضرت شاہ صاحب نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ ہمارے بزرگ ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیا کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں جناب کہیں آیا کرتے ہوں گے۔ مگر پاکستان تو نہیں آ سکتے۔ ایسی جگہ کون شخص آنا پسند کرے گا۔ جہاں اسکی بیویوں پر طعن کیا جائے۔ اس کے رفیقوں کو گالیاں دی جائیں اور اس کے سسرال کو برائی سے یاد کیا جائے۔ اور خود اس کی ناموس پہ حملہ کیا جائے۔ اس پر سب نے تحسین و آفرین کی ———

★ ——— تم میرے بارہ میں جو چاہو سوچو مسلمانوں کا یہ شعار ہو گیا ہے۔ کہ وہ برائیاں عقاب کی آنکھ سے چیتے اور صبا کی رفتار سے پکڑتے ہیں ——— کبھی کبھی نیکیوں پر بھی نگاہ ڈال لیا کرو۔ تمہاری تقریریں اس سے خوبصورت ہوتی چلی جائیں گی ———

★ ——— شاہ جیؒ عام طور پر فرمایا کرتے تھے ”نصف صدی اس ملک کے چپہ چپہ پر پھرا ہوں۔ میری قوم کی نفسانیت یہ ہے کہ یہ ڈنڈے والے کے آگے اور دولت والے کے پیچھے بھاگتی ہے۔

★ ——— امروہہ میں ایک عظیم الشان جلسہ میں حضرت شاہ صاحب کی تقریر ہوئی تھی۔ جنگ آزادی میں احرار کا تعاون کانگریس سے تھا۔ مسلم لیگ نے تازہ بتازہ پاکستان کی تحریک پیش کی جس پر مسلم لیگ کی قیادت عملی سختی سے ڈٹی ہوئی تھی۔ دوسری طرف گاندھی جی نے کہہ دیا تھا۔ ملک کی تقسیم گئو ماتا کی بوٹیاں تقسیم کرنی ہیں۔ آزادی پسند مسلمانوں کو خدشہ تھا۔ کہ فریقین اسطرح ڈٹے رہے تو انگریز کی پانچوں انگلیاں گھی میں ہوں گی۔ اس کا تو اصول ہی یہ تھا۔ (ڈیوائیڈ اینڈ رول) لڑاؤ اور حکومت کرو۔ ممکن ہے اس سے فرنگی کی غلامی کی عمر دراز ہو جائے۔ بہرحال جمعیت علماء ہند پنجاب کی مجلس احرار اور سرحد کی سرخپوش جماعت نے، اور سندھ و بلوچستان کی اور بعض دوسری جماعتوں نے لیگ کے مطالبہ کے مقابلہ میں کانگریس کا ساتھ چھوڑنا خطرات سے خالی نہ

سمجھا ان کی آزادی میں وطن کی قیمت ہر دوسری چیز سے زیادہ تھی۔ ان کے سامنے آزادیٔ وطن کے اندر عالمِ اسلام کی آزادی پنہاں تھی۔ لیکن مسلمانوں کی رائے عامہ دن بدن مسلم لیگ کے حق میں ڈھلتی رہی۔ تنگ نظر ہندوؤں اور اقتصادی طور سے مسلمانوں کو پیسنے والے بنیوں کا طرزِ عمل مسلم لیگ کے نظریہ کو کامیاب بناتا رہا تھا۔ اسی وجہ سے انگریز کے خلاف پروپیگنڈے سے زیادہ ہندوؤں کے خلاف پروپیگنڈے کا اثر مسلم عوام پر پڑتا جا رہا تھا۔ رام لیلا کے جلوسوں اور مسجد کے سامنے باجہ بجانے پر ہندو مسلم فسادات کی وجہ سے مسلمان ہندوؤں کے خلاف مشتعل بھی جلد ہی ہوتے تھے۔ بہر حال غالب مسلم رائے مسلم لیگ کے حق میں ہو گئی تھی۔ مخالفت کے اس طوفان کے زمانہ میں امروہہ میں جلسہ تھا، ہزاروں مسلمان حضرت شاہ صاحبؒ کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ رات کا وقت تھا۔ مخلوقِ خدا جمع ہے۔ مجمع بے انتہا مشتعل ہے۔ اس مشتعل مجمع میں کسی نے ایک اشتہار بھی تقسیم کر دیا جس میں حضرت شاہ صاحبؒ پر یہ بہتان باندھا گیا تھا کہ علماء کی پگڑیوں سے گاندھی کی لنگوٹی کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ اس اشتہار نے جلتی پر تیل کا کام کیا، اشتعال اور زیادہ ہو گیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ اسٹیج پر آئے۔ اتنے میں دو مجمع میں سے ایک شخص نے آواز دی پکڑ کر قتل کر دو۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے نہایت سکون و اطمینان سے فرمایا کہ یہ کہنے والا شراب پی کر آیا ہے۔ لوگوں نے اسکو سونگھا واقعی شراب کی بُو تھی۔ یکایک امیرِ شریعت زندہ باد کے نعرے لگنے شروع ہو گئے۔ اور پھر شاہ جیؒ نے جو کہنا تھا کہا۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرمایا کرتے کہ عمر بھر میں یہ دو مواقع ایسے پیش آئے ہیں۔ کہ میں حیران تھا کہ کہوں اور کیا نہ کہوں۔ ایک تو یہی امروہے کا واقعہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے غیبی مدد فرمائی ——— شاہ جیؒ کی گرفتاری کے وارنٹ نکل چکے تھے۔ پولیس آپ کے تعاقب میں تھی کہ آپ نے امروہہ میں تقریر کر ڈالی اور پھر دہلی جانے کے لئے ٹرین پر سوار ہو گئے۔ سی آئی ڈی آپ کے ساتھ سائے کی طرح لگی ہوئی تھی۔ جب گاڑی غازی آباد کے اسٹیشن پر پہنچی تو چیکر نے آکر آپ کا ٹکٹ چیک کیا اور چلتا بنا۔ آپ نے "من خوب می شناسم" کہا اور وہاں اتر گئے۔

★ ——— علی گڑھ کا اسٹیج حریت پسندوں اور انگریز دشمن افراد کے لئے نہ تو سازگار ہی تھا اور نہ اس نوع کے افراد کو اس سٹیج سے خطاب کرنے کا موقعہ ملتا۔ عموماً مسلم لیگی لیڈر ہی یہاں جلوہ افروز ہوتے تھے۔ لیکن یونیورسٹی کی "تہذیب" فضا کہنہ مشق مقرروں پر بھی فقرے چست کر کے ان کی تقریروں کو ناکام بنا ڈالتی تھی۔ ایک بار جب شاہ جیؒ کو بھی اس اسٹیج سے تقریر کرنے

کی دعوت دی گئی تو لوگوں میں چہ مے گوئیاں شروع ہو گئیں، اور مشورے بھی دیئے جانے لگے۔ کہ شاہ جیؒ ذرا سنبھل کر بولنا" چنانچہ شاہ جی اپنی خطیبانہ شان سے سٹیج علی گڑھ یونیورسٹی پر آئے۔ خطبہ مسنونہ پڑھا اور فوراً یوں مخاطب ہوئے "جب میں یوپی کی سرزمین میں پہنچا تو میں نے اکثر لوگ ایسے دیکھے جو کالی اچکن اور سفید پاجامے پہنے ہوئے تھے۔ مگر سروں پر انگریزی ٹوپی ہیٹ اور گلوں میں نکٹائیاں لٹک رہی تھیں۔ تو میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں غاصب یورپ کی سرزمین میں پھر رہا ہوں۔ یا کہ غلامی کی زنجیروں سے مکمل خلاصی حاصل کرنیوالوں کی سرزمین میں آیا ہوں۔ تو یکایک میرے ذہن نے میری یاوری کرتے ہوئے بتایا کہ ان کے جسم تو آزادی کے پرستاروں میں پلے ہیں۔ لیکن اذہان یورپ کے لطف و کرم کا نتیجہ ہیں ——

★ —— آغا شورش کاشمیری نے عرض کیا "شاہ جی! زمانہ بہت بڑھ چکا ہے۔ اپنے بچوں کو انگریزی مدرسوں میں داخلہ دے دیں۔ انگریزی کے بغیر تعلیم مکمل نہیں ہوتی، زمانے کا تقاضا ہے۔" فرمایا بابا مجھے معاف رکھو میں اس زمانہ کا آدمی نہیں تم مجھے محمد قاسم نانوتویؒ اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن زیدی کی روحوں سے بغاوت کرنے کی ترغیب دیتے ہو۔؟ یہ کیوں نہیں کہتے کہ تمہارے بچے مرجائیں یا اپنے ہاتھوں بچوں کو قتل کردو۔ پھر لعنت بر پدر فرنگ کا قلندرانہ نعرہ لگایا۔ بعض اوقات تو موڈ میں آکر یہ نعرہ اس زور سے بلند کرتے تھے کہ در و دیوار گونج اٹھتے ——

★ —— احباب کے درمیان شاہ جی بیٹھے ہوئے تھے موضوع سخن سائنس کی ترقی کا تھا۔ ایک دوست نے کہا شاہ جی سنا ہے روس کی کتیا واپس آگئی ہے۔ شاہ جی نے فرمایا کہ "بھائی شکر کرو کہ تمہاری عزت و ناموس رہ گئی ورنہ اوپر والی مخلوق کو بھی گمان ہوتا کہ نیچے ایسی ہی مخلوق بستی ہے ——

★ —— شاہ جی نے ایک دفعہ اسلامی نظام کی خوبیوں میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ "بعض معترض ہیں کہ آج کل اسلامی نظام فٹ نہیں بیٹھتا۔ ایک مثال پیش کی کہ ایک ماہر درزی نے جسم کے اعضاء اور تناسب کا لحاظ رکھتے ہوئے قمیض تیار کی، پہننے والے کو فٹ آگئی بعد میں اسے تشنج ہو گیا، اعضاء کا تناسب جاتا رہا۔ ایک ہاتھ آگے کو لمبا ہو کر اکڑ گیا دوسرا پیٹھ کی طرف مڑ گیا۔ ایک ٹانگ ٹیڑھی اور دوسری چھوٹی ہو گئی، پیٹ کبڑی اور چھاتی اندر کو گھس گئی۔ ان حالات میں وہ قمیض میں عیب ڈھونڈتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ فٹ نہیں۔ اور پھر درزی پر بھی معترض ہے کہ اس نے صحیح نہیں بنائی۔ اب آپ ہی بتائیں۔ کہ قمیض فٹ نہیں کہ یہ منحوس خود ان فٹ ہو گیا ہے۔ تمہارے منہ

کا ذائقہ صفراوی بخار سے تلخ ہو چکا ہے۔ تم کو میٹھی چیز بھی کڑوی لگتی ہے۔ یہ دوا اور غذا کا قصور نہیں تمہارے منہ کے ذائقہ کی خرابی ہے۔ انسان اپنی فطرت کے مطابق رہنا اور جینا چاہے، تو اسلام سے بہتر کوئی نظام حکومت اور ہدایت نامہ نہیں ہو سکتا۔

★ ——— اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء نے کہا شاہ جی کالج میں ڈاڑھی رکھ کر جانا مشکل ہے۔ فرمایا ہاں بھائی اسلامیہ کالج میں مشکل ہے۔ خالصہ کالج میں آسان ہے۔"

★ ——— شاہ جی فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہمارے ہاں نوجوانوں کا عجیب مزاج ہو گیا ہے۔ بلکہ فطرت ——— جو لڑکا میٹرک فیل ہوتا ہے یا تا شونکپنی میں سیلز مین ہو جاتا ہے۔ یا سی آئی ڈی کے ملائکہ مقدسین کا انتقام بن کر ٹاپتا پھرتا ہے۔"

★ ——— ایک بار ارباب حکومت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہم پر اعتماد کرو اختلاف کا زمانہ گذر گیا ہے۔ اب اعتماد کے بغیر کام نہ چلے گا۔ مجھے اپنی بیوی پر اعتماد ہے کس اطمینان سے اسے گھر چھوڑ کر یہاں آگیا ہوں یہ جو اپنی بیویوں کو اپنی بغلوں میں دبائے مال روڈ پر ساتھ پھرا رہے ہیں۔ ان کو اعتماد نہیں ہے۔ سارا جلسہ زعفران زار بن گیا۔

★ ——— شیطان نے کتنی جرأت کا ثبوت دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو نہیں مانا اور آخر تک نہیں مانا ابدی لعنت کو قبول کیا۔ مگر منافقت نہ کی۔ اگر اسکو ہم مشورہ دیتے کہ کم بخت نہیں مانتا آدم کو دل سے نہ سہی ظاہراً تو سجدہ کر دے۔ مقابلہ کر کے کیوں جہنمی بنتا ہے وہ کیا کہتا یہی تو جواب دیتا کہ جہنم منظور ہے۔ مگر منافقت نہیں ہو سکتی اگر وہ باطل کے لئے اتنی صلابت و استقامت کا ثبوت دے تو ہم حق کے لئے کیوں نہ دیں۔

★ ——— ایک دفعہ شاہ جی اور شیر سرحد مولانا غلام غوث ہزاروی مدظلہ بالاکوٹ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے مزار پر حاضر ہوئے تو شاہ جی نے غمگین ہو کر اور حسرت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ محدث پیدا ہوئے عالم پیدا ہوئے اولیاء آئے مگر اسمٰعیل شہید نہ پیدا ہوا اور نہ ہو گا۔

★ ——— میں نے جو کچھ کیا اللہ اور اس کے رسول کے لئے کیا۔ مجھے ایک لمحہ کیلئے بھی اپنی کسی حرکت پر ندامت نہیں، میرا دماغ غلطی کر سکتا ہے۔ لیکن میرے دل نے کبھی غلطی نہیں کی، مجھ سے زیادہ وفاداری کا ثبوت مانگنے والے پہلے اللہ اور اس کے رسول کو وفاداری کا ثبوت دیں۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں جو انسانی ضمیر کی سوداگری کرتے ہیں۔ میں اس شخص کو دھوپ چھاؤں کی اولاد سمجھتا ہوں جو قوم کو بیچتا پھرتا، ملک سے غداری کرتا اور جس ہنڈیا میں کھاتا ہے۔ اسی میں چھید

ڈالتا ہے۔ میں نے صرف ایک اللہ کے سامنے جھکنا سیکھا ہے۔ میں ان لوگوں کا وارث نہیں جنہوں نے درباروں کی دہلیزیں چاٹی ہیں۔ میں ان کا وارث ہوں جو شہادت کے رستہ میں سروں کو ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں ——

★ ——— ایک ہے قوم کی نمائندگی اور وہ بہت سہل ہے۔ قوم جو چاہے جدھر چاہے اسی طرف سے چلو تم آگے ہو جاؤ یہ نہ دیکھو کہ خیر کی طرف جارہی ہے یا شر کی طرف وہ تمہارے پیچھے ہو جائے گی۔ اور زندہ باد کے نعرے ہوں گے۔ یہ بہت آسان ہے مگر خیانت ہے۔ اور ایک ہے قوم کی رہنمائی جس طرف خیر ہو اور قوم کا منہ شر سے ہٹا کر اس طرف پھیرنا یہ بہت مشکل کام اس میں مردہ باد کے نعرے بھی سننے پڑتے ہیں۔ کیونکہ اس میں یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ خیر کیا ہے اور شر کیا ہے۔ اور اگر قوم شر کی طرف جارہی ہے تو وہاں سے ہٹا کر خیر کی طرف موڑنا ہے۔ ہم لوگ رہنمائی کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے مخالفت بھی جھیلنی پڑتی ہے ——

★ ——— شاہ جیؒ نے فرمایا (بحوالہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نبیرہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ) علماء اسلام کی پولیس ہیں ان کا فرض ہے۔ کہ قانون کا احترام کرائیں۔ اہل حال بزرگوں کو جو کچھ کہنا ہے، اپنے تک محدود رکھیں اگر وہ کھلم کھلا قانون اسلام کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں گے تو ہم انہیں پکڑ لیں گے۔ خواہ وہ عدالت میں چھوڑ ہی جائیں۔

★ ——— معمار کا کام عمارت بنا دینا ہے۔ عمارت بنانے کے بعد وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ پھر اس عمارت میں بسنے والوں پہ اسکی حفاظت اور دیکھ بھال کی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے۔ یوں سمجھو کہ معماروں نے گھر بنایا، عمارت کھڑی کر دی کچھ دروازے اور الماریاں باقی تھیں، لپائی بھی ادھوری تھی کہ اتنے میں ہنگامہ برپا ہو گیا کہ جلدی کرو مکان خالی کرو بیگمات آگئیں معماروں نے جلدی سے اوزار ہتھیار سنبھالے اور اپنی راہ لی۔ بیگمات عمارت میں گھس تو گئیں مگر کمروں الماریوں اور دوسری ضروریات کی تقسیم میں گتھم گتھا ہو گئیں ایک دوسرے کے بال نوچنے لگیں۔ وہ شور برپا ہوا کہ خدا کی پناہ۔ وہی حال ہمارے ملک کا ہے۔ ہم نے انگریزوں کو نکالا اہل ملک کے لئے عمارت کھڑی کر دی ہم نے بنگلوں میں نہیں رہنا تھا۔ ہم تو معمار کی طرح قوم کے مزدور تھے۔ مگر بیگمات نے آنے میں جلدی کی ورنہ یوں جوتیوں میں دال نہ بٹتی ——

★ ——— شاہ جیؒ اپنے اکابر کی طرح انگریز کی دھوکہ دہی اور بد فطرت کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے انگریز کی فطرت کا خمیر سانپ کے زہر سے اٹھایا گیا ہے۔ اور اپنی غذا کے لئے

اسے انسانی خون کی جو چاٹ پڑی ہوئی ہے، بڑی مشکل سے چھوٹے گی۔

★ ——— شاہ جی فرمایا کرتے تھے کہ ہندو قوم مسلمانوں کا کیا مقابلہ کرے گی جس کا خدا (گائے) مسلمانوں کی غذا ہے۔

★ ——— مولانا قاضی عبدالکریم امیر جمعیۃ العلماء اسلام کلاچی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم چند ساتھی شاہ جیؒ کی بیماری کے ایام میں دولت خانہ پر حاضر ہوئے تو احقر کے عرض کرنے پر کہ مزاج کیسے ہیں فرمایا، بھائی اب تو خدا کا فضل ہے۔ فلاں سنہ میں تکلیف زیادہ تھی۔ دن میں پچاس پچاس، اور ساٹھ ساٹھ دفعہ پیشاب آتا تھا۔ بس یوں سمجھئے کہ نبی بنتے بنتے رہ گیا۔ سو دفعہ روزانہ سے کم پیشاب کرنے والا آج کل نبی نہیں ہو سکتا۔

★ ——— ایک دفعہ شاہ جی دعا مانگ رہے تھے کہ دروازہ پر مانگنے والے نے صدا دی تو اپنے خالق حقیقی سے مخاطب ہو گئے کہا کہ میں تیرا سائل ہوں اور یہ تیرے بندے کا سائل ہے۔

★ ——— شاہ جیؒ خیر المدارس جالندھر کے سالانہ جلسہ میں شرکت کے لئے گئے ہوئے تھے کہ ایک بھنگی صفائی کے لئے آیا۔ آپ اس وقت کھانا تناول فرما رہے تھے۔ بھنگی کو بلایا اور اس کے ہاتھ دھلائے پھر اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھایا اور اسے کہنے لگے کہ میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔ اس غریب پر کپکپی طاری ہو گئی۔ تھر تھر کانپنے لگا۔ اور پیچھے سرکتے ہوئے عرض کی حضرت میں چوڑھا ہوں۔ شاہ جی نے محبت سے فرمایا "تو کیا چوڑھا انسان نہیں ہوتا" بھائی تم میری طرح انسان ہو آؤ مل کر کھانا کھائیں۔ یہ فرما کر آپ نے پانی کا ایک گلاس اس بھنگی کی طرف بڑھاتے ہوئے حکم دیا کہ لو پیو۔ اس نے دو چار گھونٹ پیئے، آپ نے اس کا بچا ہوا پانی خود نوش فرمایا۔ اب بھنگی کا احساس بیدار ہو چکا تھا۔ اور وہ احساس کمتری جو ورثہ سے چلا آرہا تھا، اس کا طلسم باطل ایک سید کے ہاتھوں ریزہ ریزہ ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے اندر تبدیلی محسوس کی اور شاہ جی کے ساتھ کھانے میں مصروف ہو گیا۔ شاہ جی کا اخلاص اور للہیت کام کر گئی۔ بھنگی کی کائنات میں زلزلہ آگیا۔ اسکی زندگی بدل گئی۔ ایک سید نے اپنے کردار سے اسے ایک روشن موڑ عطا کر دیا — چنانچہ وہ اس خوشی سے گھر جاتا ہے اور اپنی بیوی کو یہ واقعہ سناڈالتا ہے۔ بیوی بھی خوشی سے پھولی نہ سمائی اور کہنے لگی کہ جس دین کے ماننے والوں کا یہ حسن کردار ہے۔ اس کو کیوں نہ قبول کیا جائے۔ شام کو وہی نوجوان جو نسلی عیسائی تھا، اپنی بیوی کے ساتھ بخاریؒ کی قیامگاہ پر حاضر ہوا اور ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ شاہ جی یہ میری بیوی ہے اللہ کے لئے ہم دونوں کو کلمہ پڑھا کر دائرہ اسلام میں داخل فرمائیے۔ دوسرے ہی لمحہ یہ خوش قسمت

جوڑا اسلام کی نعمت سے سرفراز ہو چکا تھا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں میں دو انسانوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔

★ ——— شاہ جی کا عقیدہ تھا کہ قدرت کبھی معاف نہیں کرتی۔ اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ ان کی آنکھیں بہت کچھ دیکھ چکی تھیں۔ اور بہت کچھ دیکھ رہی تھیں۔ فرماتے بر بنہ گفتن کا موقعہ نہیں ورنہ جو کچھ جہد آزادی کے دور میں ہوتا رہا۔ اور برطانوی سرکار نے خود کاشتہ خاندانوں کے لئے جو کچھ کیا یا ان خاندانوں نے برطانوی سرکار کے لئے جو کیا وہ روداد اتنی تلخ ہے۔ کہ عرش وفرش کانپ اٹھتے ہیں ———

★ ——— میں ہر شخص کو اپنا دوست سمجھتا ہوں الا فرزندان سلطنت برطانیہ اور ختم نبوت جو ان کا ساتھی ہے میرا ساتھی نہیں۔ جو میرا ساتھی ہے ان کا ساتھی ہو ممکن نہیں۔

عیب بینی میری فطرت کے خلاف ہے۔ جو لوگ دوسروں کے عیب تلاش کرتے ہیں، وہ اپنا ایمان ضائع کرتے ہیں۔ میں بدترین دشمن کے بارہ میں بھی سوچنا گناہ سمجھتا ہوں۔ کہ اس کے ننگ و ناموس پر حملہ کیا جاوے۔ پارسا کے عیبوں کی رسوائی ہو میں دعا دے سکتا ہوں۔ اور دعا دیتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ گمراہوں کو راہ راست پر لائے۔ اور جو حقیقت کی آلودگیوں سے دوچار ہیں۔ ان کا خاتمہ ایمان پر ہو۔ رب کعبہ کی قسم میرے دل میں کسی شخص کے لئے ذاتی انتقام کا شائبہ بھی نہیں ہے۔

مرقات شرح مشکوٰۃ (عربی)

——— از علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ———

جلد اول طبع ہو چکی ہے

کاغذ کرنافلی آرٹ پیپر سفید۔ طباعت بہترین ٹائپ۔ صفحات ۳۷۰

سائز ۳۰×۲۰/۸ ہدیہ غیر مجلد ۲۰/- روپے۔ مجلد چرمی ۲۳/- روپے علاوہ محصول

نوٹ: جلد ثانی زیر طبع ہے

ملنے کا پتہ:- مکتبہ امدادیہ ملتان۔ (مغربی پاکستان)۔